آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پچھلے ہفتہ راولپنڈی میں ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جسکی بعض تقریبات دیکھنے کا راقم کو بھی اتفاق ہوا۔ مختلف اسلامی ممالک کے علماء اور دانشوروں کے علاوہ پاکستان کے دو چار علماء حق کو بھی اس میں شرکت کا موقعہ دیا گیا تھا۔ عالم اسلام کے مختلف حصوں کے علماء اور قدیم و جدید طبقات کا باہمی تبادلہ خیال اور عالم اسلام کو در پیش مسائل پر غور و بحث مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کی ضرورت کا احساس، ایسے امور ہیں جن کے لحاظ سے اس کانفرنس کا اہتمام قابل تحسین قرار پاتا ہے۔ مگر تصویر کا دوسرا رخ وہ ہے جسے ادارۂ تحقیقات اور اس کے کارپردازوں کی ذہنی ساخت نظریات اور تحقیقی "شاہکاروں" کے پس منظر میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ افتتاحی اجلاس میں منتظمین نے اس کانفرنس کے انعقاد سے اپنی جن توقعات کے وابستہ ہونیکا اظہار کیا اس سے بھی یہ حقیقت ایک بار پھر کھل کر سامنے آگئی جس کا اظہار دین کو نئے تقاضوں کے سانچے میں ڈھالنے اور حالات کے مطابق بنانے وغیرہ الفاظ سے بار بار کیا جا رہا ہے۔

اس وقت تقریباً تمام مسلمان ممالک ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں جن کو ہم اسلامی افکار و اقدار اور مغربی تہذیب و اقدار کے معرکہ کا نام دے سکتے ہیں جو طبقہ تجدد اور مغربی افکار کا حامل ہے۔ اگر اس کی اس تمام غوغہ آرائی اور کاوش کا مقصد صرف یہ ہوتا کہ مغربی تہذیب کی اخلاقی اور روحانی خرابیوں سے پہلو بچاتے ہوئے قرآن و سنت اور اسلامی اقدار کو مضبوطی سے تھام کر موجودہ عصری علوم، اور سائنسی ترقیات سے استفادہ کیا جائے اور عصر حاضر کے در پیش مسائل کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں شرعی حیثیت واضح کی جاتے۔ اگر وہ مسائل اور نظریات اسلام کی اساس سے متصادم نہ ہوں انہیں اپنا لیا جائے اور نئی تہذیب کی جو باتیں شریعت اسلامیہ سے میل نہ کھائیں انہیں بلا تامل یکسر خیر باد کہہ دیا جائے تو اس مقصد کی خوبی میں کسی عالم اور کسی متصلب مسلمان کی دو رائیں نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیونکہ اسلام نے ہر دور اور ہر زمانہ کی اچھی باتوں کو اپنانے کا تمام مذاہب سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ وہ انسان کو اللہ کا خلیفہ اور بر و بحر کا مالک قرار دیتا ہے۔ اس نے انسان کو کائنات اور عناصر کی تمام جوہری قوتوں کی تسخیر کی دولت سے نوازا ہے۔ اسلام جائز حدود کے اندر انسان کی ضروریات کی تکمیل اور قومی ملکی اور ملی مفادات کی حفاظت و دفاع کیلئے ترقیات زمانہ سے استفادہ اور حصول علوم و فنون

کیلئے دوسری اقوام کے شانہ بشانہ چلنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ جو طبقہ اسلامی علوم و فنون اور اسلامی اقدار کا علمبردار ہے۔ اس کی طرف سے بارہا یہ چیلنج دیا جاچکا ہے۔ کہ اسلام کے کسی اصول اور نظریہ یا علماء حق کے کسی گروہ کی تعلیمات میں عصری اور تجرباتی علوم میں ترقی اور اضافہ سے منع کرنے کی کوئی مثال اگر موجود ہو تو اسے پیش کر دیا جائے۔

الغرض تجدد و اصلاح مذہب کے نعرے بلند کرنے والوں کے عزائم اور مقاصد اگر صرف یہی ہوتے تو اختلاف کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ، اسلام کو نئے تقاضوں کے سانچوں میں ڈھالنا چاہتے ہیں، ان کی ذہنی ساخت تعلیم و تربیت، ذاتی و سیاسی مصالح مغربی تہذیب و تمدن میں سرتاپا استغراق اور جن سرچشموں سے ان کے نظریات کی آبیاری ہو رہی ہے۔ اور اسلام پر تحقیق اور ریسرچ کے جو نت نئے نمونے مسلمانوں کے سامنے آرہے ہیں۔ ان سب چیزوں سے یہ حقیقت مسلمہ کھل کر سامنے آچکی ہے کہ دراصل ان لوگوں کا مقصد پورے اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب و تمدن اور لادینی افکار و خیالات میں ڈھالنا اور اسلامی ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلانا ہے۔ اس راہ میں جو بھی دینی تصورات اور ضوابط، قوانین اور دینی اقدار و روایات حائل ہو سکتے ہوں ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے یا اسے کھینچ تان کر اسلام کے دائرہ میں لایا جائے اور مختصراً یہ کہ اسطرح اسلام حقیقی خدوخال سے محروم ہو کر ملک و معاشرہ کو "مغربیت" کے سانچہ میں ڈھالنے کیلئے رکاوٹ نہ بنے۔ یہی وہ المناک صورتحال ہے جس سے "تجدد اور اصلاح کے خوشنما نام سے اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمان دوچار ہیں۔ تجدید کے نام پر مغربی تہذیب و افکار کی یہی وہ اندھی تقلید ہے جس کا رونا علامہ اقبالؒ رو چکے ہیں ؎

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

اور یہی وہ تشویشناک صورت حال ہے جس نے دینی اقدار و افکار پر مرمٹنے والے علماء اور غیور مسلمانوں کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ کسی حال میں بھی اسلام کو یورپ کی اخلاقی اور روحانی اقدار سے عاری نظام کی بھینٹ چڑھانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس راہ میں وہ بے خطر ہر میدان میں سنگ گراں ثابت ہو جاتے ہیں جس کا کچھ مظاہرہ راولپنڈی کی کانفرنس میں لادینی نظریات پیش ہونے پر حاضرین کے سواد اعظم کا شدید نفرت اور بیزاری ظاہر کرنے کی شکل میں ہوا۔

تجدد اور مغرب زدہ طبقہ کے ہاں نئے تقاضوں اور حالات کا سامنا کرنے اور مذہب کے

ترقی پذیر ہونے کا مطلب کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ مذہب کو حالات کا تابع بنایا جائے نہ کہ حالات اور زمانہ کو مذہب کے مطابق بنایا جائے۔ جہاں تک عہد جدید کا تعلق ہے ہم حیران ہیں کہ آخر وہ کون سے تقاضے ہیں جن کا مذہب کو سامنا کرنا پڑا ہے، اور اسلام اپنی موجودہ شکل میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔۔۔ اگر انسان پیدل چلنے اور بیل گاڑی کی بجائے جیٹ سیارہ اور خلائی جہازوں میں اڑنے لگا، ہاتھ کا پنکھا چلانے کی بجائے ایرکنڈیشنر استعمال کرنے لگا، دستکاری کی جگہ بھاری بھرکم مشینوں اور کارخانوں نے سنبھال لی، وہ دال روٹی کی بجائے کیک، ٹوسٹ اور سینڈوچ کھانے لگا، برف اور ٹھنڈے پانی کی بجائے کولر، کولڈ سٹوریج اور ریفریجریٹر کے مشروبات استعمال ہونے لگے، کچے مکانات کی بجائے فلک بوس عمارتوں میں رہائش ہونے لگی، لوگ سیڑھیوں کی بجائے لفٹ سے چڑھنے لگے۔ انسان تیر وسنان کی بجائے توپ وتفنگ اور بندوق و ریوالور کی بجائے ایٹم اور میزائل پر قادر ہوا، تو آخر مذہب کا وہ کونسا اصول ہے جو ان تبدیلیوں اور تغیرات سے جوڑ نہیں کھاتا۔؟ بیشک کھانے پینے رہنے سہنے اور مال وجان کی حفاظت کی شکل میں انسان کی جو بنیادی ضروریات تھیں عصر حاضر نے ترقی یافتہ شکل میں انہیں پورا کر دیا جو امتداد زمانہ کا طبعی نتیجہ تھا۔۔۔ مذہب نے پہلے بھی چند ضابطوں اور تقاضوں سے مشروط کر کے ان ضروریات کی تحصیل وتکمیل کی اجازت دی اور آج بھی مذہب مسلمانوں کو ان تقاضوں کے اندر رکھ کر ان مادی ضروریات کے حصول اور استفادہ کی پوری اجازت دیتا ہے۔ ہاں اگر نئے تقاضوں اور عصری ضروریات سے صرف سائنسی ترقیات اور تجرباتی علوم وفنون مراد نہیں بلکہ پوری وہ تہذیب ہے، جس میں آج یورپ مبتلا ہے۔ اور جو ایک زہریلے سرطان اور مہلک جذام کی شکل میں پوری انسانیت کا جسم کھائے جا رہی ہے۔ اور آپ اسلام کا جوڑ اس مغربی طرز معاشرت سے لگانا چاہتے ہیں جس کا مطلب جنسی بے راہ روی، اخلاقی انارکی، مرد اور عورت کا آزادانہ میل ملاپ کلبوں کی زندگی، کاک ٹیل پارٹیاں، سود، شراب، جوا، نمائش حسن، سول میرج، گرل اور بوائے فرینڈز، الغرض تمام اخلاقی اور دینی حدود واصول سے بغاوت ہے۔ تو یقین جانیئے کہ اسلام اس بارہ میں قطعی جامد اور متعصب ہے۔ اس میں ہرگز عصر حاضر کے ان قبیح تقاضوں کے ساتھ چلنے کی سکت نہیں اور وہ ایک پل کیلئے ایسے "ترقی یافتہ" اور مہذب لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اسلام کا یہ جمود اور تعصب خود تجدد پسندوں پر ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے اسلام کو اپنی خواہشات کے تابع بنانے اور اس کا صرف لیبل اپنے ساتھ ہر حال میں چپکائے رکھنے کی بجائے جرأت مندانہ بات تو یہ ہے کہ اسے خیرباد کہہ دیجئے۔ آپ بیشک ان نئے

تقاضوں کو اپنائیے مگر اسلام بیچارے کو مشقِ ستم نہ بنائیے۔ یہ خدا کی آخری نعمت ہے، رہتی دنیا تک انسانیت کے حقیقی فلاح و بہبود کا اسی نسخۂ شفا پر انحصار ہے۔ اگر عصرِ حاضر کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور اس کا مزاج اسلام سے جوڑ نہیں کھاتا تو آنے والی نسلوں کو اس نسخۂ ہدایت سے کیوں محروم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنی نفس پرستی، شکم پروری، خواہشات کی پرستش کے لئے اتنی بڑی نعمت کے ساتھ یہ تلاعب اور استہزاء اور یہ تعصب و عناد ایک ایسی بدترین ناشکری ہوگی جس کی نظیر انسانی تاریخ میں مشکل سے مل سکے گی ــــ

اگر آپ دل سے چاہتے ہیں کہ اسلام کی فوقیت ہر زمانہ پر رہے اور آپ کا واقعی عقیدہ ہے کہ قرآن اور اسلام میں ہر زمانہ کے حوادث و نوازل کا حل موجود ہے۔ اور مغربی تہذیب نے جو ناجائز معاشرتی اور معاشی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، اسلام ان سب کا بہترین متبادل حل پیش کر سکتا ہے۔ تو آپ کی تحقیق اور ریسرچ کا ہدف یہ نہ ہونا چاہئے کہ یورپ کے حرام طور طریقوں کو جائز ثابت کرانے کیلئے اسلام کے محرمات کو حلال قرار دیں بلکہ اپنی تحقیق کا محور یہ بنائیے کہ یورپ کی ان غلط اور حرام چیزوں کی بجائے کن جائز اور حلال صورتوں سے نئے زمانہ کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے ــــ بینکنگ نظام اور سود پر ہزار بحث کیجئے مگر اس کو حلال ثابت کرانے کیلئے نہیں بلکہ اس کے متبادل حلال صورتوں مضاربت و مشارکت وغیرہ کو زیر بحث لائیے اور انہیں آزمائیے۔ شراب، بے پردگی، اور مخلوط معاشرت کو کھینچ تان کر اسلام میں داخل کرانے کی بجائے معاشرہ کو عصری ترقیات سے ہمکنار کرتے ہوئے ان خرابیوں سے بچنے کی تدابیر سوچئے۔ معاشرتی حقوق کو پامالی حق تلفی اور ظلم و تعدی سے بچانے کیلئے اسلامی معاشرہ برپا کرنے اور ظلم کے اسباب کے تدارک پر غور کریں نہ کہ آپ تعدد ازدواج پر پابندی لگائیں یا دیگر معاشرتی مسائل طلاق عدت وغیرہ میں توڑ موڑ شروع کر دیں۔ معاشی تفاوت، غیر منصفانہ تقسیم دولت اور طبقاتی کشمکش ختم کرنے کیلئے آپ اسلام کے نظام اقتصاد و اعتدال کو سامنے لا کر آزمائیں۔ نہ کہ اسلام کا رشتہ اور جوڑ، سوشلزم، مارکسزم یا سرمایہ دارانہ نظام سے جوڑیں۔ نئے حوادث اور مسائل کی قرآن و سنت اور آثار صحابہ اور فتاویٰ سلف کی روشنی میں مخصوص شرائط اور حدود میں رہتے ہوئے حل نکالئے نہ کہ آپ عقل کو شریعت پر ترجیح دیکر عقل کے کردار کو کھلا چھوٹ دیدیں کہ وہ پوری شریعت اور منصوصات شریعت کو بھی "ویٹو" کر سکے عقل کو شریعت کے دائرہ میں رہنے کا ذریعہ بنائیے نہ کہ شریعت سے فرار کا ــــ آپ سائنس اور ٹکنالوجی میں بیشک ترقی کریں، مادی آسائش کی راہیں تلاش کریں